جلسہ سالانہ میں مہمان نوازی کے فرائض

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳؍ دسمبر ۱۹۸۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

جلسہ سالانہ کی آمد آمد ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مہمان پہنچنے شروع ہو گئے ہیں۔ غیر ملکی مہمانوں کی بھی ایک بڑی تعداد پہنچ چکی ہے اور پاکستان کے مہمانوں میں سے بھی بہت سے جو ملازم نہیں یا کسی وجہ سے وقت سے پہلے رخصت لے کر پہنچ سکتے تھے وہ بھی تشریف لے آئے ہیں۔

اس موقع پر بعض ذمہ داریوں کی طرف میں احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ہر سال جلسہ سے پہلے اس خطبہ میں عموماً اسی مضمون پر خطاب کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلی بات تو بازار کے حق ادا کرنے سے متعلق ہے۔ آنحضور ﷺ نے جہاں ہر زندہ چیز کے حقوق بیان فرمائے وہاں بعض جگہوں کے حقوق بھی مقرر فرمائے۔ عملاً تو ان کا تعلق زندہ چیزوں سے ہی ہے لیکن نام بظاہر ایسی چیزوں کا استعمال ہوا ہے جن میں جان نہیں مثلاً بازاروں اور سڑکوں کے حقوق۔ اور اسی تعلق میں پھر وہ لوگ جو وہاں چلتے پھرتے ہیں ان کی ذمہ داریاں بیان فرمائی گئی ہیں۔ چنانچہ بازاروں کے حقوق میں سے ایک تو یہ حق ہے کہ جو لوگ بھی بازاروں کو استعمال کریں تو وہ اس رنگ میں استعمال نہ کریں کہ وہ دوسروں کے لئے تکلیف کا موجب ہو خصوصاً ان دنوں میں جبکہ عام بازاروں کے ڈیزائن سے بہت بڑھ کر تعداد آجاتی ہے یعنی عام

طور پر جو شہروں کے بازار ڈیزائن کئے جاتے ہیں وہ ایک خاص تعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ڈیزائن کئے جاتے ہیں لیکن جب جلسے ہوں، میلے ہوں اور اس قسم کے غیر معمولی واقعات ہوں اور تعداد بہت بڑھ جاتی ہے تو اس موقع پر جو عام حقوق ہیں وہ بھی چھوڑنے پڑتے ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ اس بات کا خیال رکھیں کہ بازاروں میں ٹولیاں بنا کر کھڑے نہ ہوں اور جہاں تک ممکن ہو کم سے کم وقت بازاروں میں ٹھہریں، اپنی ضرورت کا کام کریں اور فارغ ہو کر بازاروں سے نکل جانے کی کوشش کریں۔ بازاروں میں عموماً Bottle Necks یعنی تماش بینی وغیرہ کی وجہ سے آمدورفت اور حمل و نقل میں دقتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کے نتیجہ میں گزرنے والوں کے لئے تکلیف کا موجب بن جاتی ہیں۔

دوسرے ہمارے یہاں ایک لمبے عرصہ سے تربیت دی جا رہی ہے کہ عورتیں الگ رستوں پر چلیں اور مرد الگ رستوں پر۔ اس کے لئے منتظمین نے باقاعدہ ہدایات جاری کر دی ہوں گی اور موقع پر خدمت خلق کے کارکنان بھی بات واضح کر دیں گے۔ اگرچہ دیکھ کر خود بخود بھی پتہ لگ جائے گا لیکن اصل بات یہ ہے کہ از خود اندازہ لگا کر عادت ڈالنی چاہئے کہ جو کام جس طریقے اور سلیقے سے ہو رہا ہو آپ بھی اس کا جزو بن جائیں اور کسی کو آپ کو کہنے کی ضرورت نہ پڑے۔ یہ چیز غیر ملکوں میں تو اتنی عادت راسخہ بن چکی ہے کہ مثلاً سلیقہ کے ساتھ چلنا ایک عام خلق میں داخل ہے۔ جو بڑی بڑی سڑکیں ہیں جہاں تیز ٹریفک ہوتی ہے وہاں لوگ پیدل نہیں چلتے وہاں از خود ایک طرف چلتے ہیں اور اس کے علاوہ جہاں سے سڑک عبور کرنی ہوتی ہے تو اس کے لئے بعض خاص سلیقے اور اطوار مقرر ہوتے ہیں۔ ربوہ میں چونکہ اسلامی معاشرہ کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے اس لئے یہاں ایک چیز زائد ہے کہ نہ صرف یہ کہ عام سڑکوں کے حقوق ادا کرنے ہیں بلکہ اسلامی معاشرہ کے مطابق عورتوں کے لئے الگ رستے مقرر کرنے ہیں اور مردوں کے لئے الگ اور چلتے وقت کسی عورت کے لئے اس احتیاط کی ضرورت ہی پیش نہ آئے کہ وہ اوپر کا بدن بچا کر گزرے تا کہ غیر مردوں سے ٹکرائے نہیں اور عموماً اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں ایسا انتظام چلتا ہے۔

بازاروں کے حقوق سے تعلق رکھنے والا دوسرا پہلو اِمَاطَةُ الْاَ ذَی عَنِ الطَّرِیْقِ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کیا جائے۔ (الجامع الصحیح البخاری کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا باب فضل المنیحۃ) تکلیف دہ چیزوں میں وہ گندگی بھی شامل ہے جو سڑکوں پر پھینک دی جاتی ہے یہاں تک کہ کاغذ کے ٹکڑے بھی نظر کو تکلیف دیتے ہیں۔ کوئی چیز

کھا کر اس کا بچا ہوا حصہ سڑک پر پھینک دینا یہ بھی تکلیف کا موجب بنتا ہے۔ پس ایسی کوئی بھی چیز جو نظر کو تکلیف دے یا جسم کو تکلیف دے وہ اول تو سڑکوں پر پھینکنی نہیں چاہئے اور اگر نظر آئے تو اس کو دور کر دینا چاہئے۔ ہاتھ سے اٹھا کر ایک طرف کر دیں یا وہاں سے ہٹا دیں یا پاؤں کی ٹھوکر سے ہی ایک طرف کر دیں۔

بازاروں کے حقوق سے تعلق رکھنے والا تیسرا پہلو یہ ہے کہ وہاں اونچی آواز میں ایسا کلام نہ کیا جائے جو ربوہ کے معاشرہ کے خلاف ہو اور کسی رنگ میں بھی کسی کی سمع خراشی کا موجب بنے۔ آوازیں دھیمی رکھنی چاہئیں اور خصوصاً ایسا کلام نہیں کرنا چاہئے جس سے کسی طرح کی سمع خراشی ہو یا اسلامی تہذیب کے خلاف ہو۔ آج مشرقی ملکوں کے بہت سے بازاروں میں فحش کلامی کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ ہندوستان اور پاکستان میں یہ مرض بہت گہرا ہے۔ بہت سے مشرقی ممالک ہیں جو اس سے پاک ہیں لیکن پتہ نہیں کیا بدقسمتی ہے کہ روزمرہ کی گفتگو میں گالی دینا یہ ہندوستان اور پاکستان کی تہذیب کا ایک حصہ بنا ہوا ہے اور گلیوں میں لوگ ایک دوسرے کے ماں باپ کو نہایت ہی گندی گالیاں دیتے ہیں بلکہ ہل چلانے والے بیل کے ماں باپ کو بھی گالیاں دے رہے ہوتے ہیں اور گدھے چرانے والے گدھے کے ماں باپ کو گالیاں دے رہے ہوتے ہیں اور بچے اپنے ماں باپ کو ماں باپ کی گالیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسی گندی تہذیب ہے جس کا مذہب کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اور پھر مذہب بھی اسلام، اس کی طرف منسوب ہونے والوں پر تو یہ ایک نہایت ہی گندہ داغ ہے اس لئے ربوہ کو اس داغ سے پاک رکھیں اور ہرگز اس قسم کا کوئی کلام نہ کریں جو فحشا میں داخل ہوتا ہو اور اگر کوئی بے احتیاطی کرتا ہے تو اسے پیار اور محبت سے سمجھائیں۔ عموماً ایسی باتیں ہونی چاہئیں جن میں ذکر الٰہی ہو، آنحضرت ﷺ کا پاک ذکر ہو، حمد باری ہو، درود ہو، ایسی باتیں ہوں جن کی خوشبو سے بازار مہکنے لگیں۔ ذکر الٰہی کی خوشبو بازاروں میں ہر سو پھیل جائے۔ پس گفتگو کو عموماً پاک اور صاف رکھیں۔ اگر کوئی ایسے موقعوں پر باہر سے آنے والا بدکلامی کرتا ہے خصوصاً ربوہ میں کئی لوگ عمداً شرارت کی نیت سے آجاتے ہیں اور کھلم کھلا بدکلامی کرتے ہیں ان کا جواب تو وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دے چکے ہیں کہ

گالیاں سن کر دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۲۵)

اس لئے دوست بھی ان کی گالیوں کے مقابل پر دعائیں دینی شروع کریں کہ اللہ آپ کو ہدایت دے، اللہ آپ پر رحم کرے، اگر آپ عمداً ایسا کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے اگر غلطی سے کر رہے ہیں تو ہدایت دے۔ علیٰ ہذا القیاس کئی قسم کی دعائیں موقع کے لحاظ سے دل سے اٹھتی ہیں وہ آپ ان کو دیں لیکن گالی کا جواب گالی سے ہرگز نہیں دینا۔

کچھ بازاروں کے حقوق گاہکوں سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ دکانداروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو گاہک باہر سے آتے ہیں ان کا فرض یہ ہے کہ دکانوں پر بھی جم گھٹا نہ کریں اور وہاں بھی چونکہ مستورات اور مرد اکٹھے ہوتے ہیں اس لئے حتی المقدور کوشش کریں کہ مستورات کو پہلے موقع ملے اور اگر ایسی بات ہو کہ ان کو پہلے موقع دینے سے خود اپنے آپ کو موقع ملے ہی نہ یعنی انتارش ہو تو پھر دکانوں میں دو حصے مقرر ہو جانے چاہئیں۔ ایک طرف مرد کھڑے ہوں اور ایک طرف عورتیں اور دکانداروں کو اس کا انتظام کرنا چاہئے کہ الگ الگ دونوں قسم کے گاہکوں کو بیک وقت خدمات مہیا کی جائیں۔ باہر سے آنے والے دوست خود بھی ان باتوں کا لحاظ رکھیں اور دکاندار سے ایسی بات نہ کریں جس کے نتیجہ میں چڑ پیدا ہو اور خواہ مخواہ تو تو میں میں کی نوبت آ جائے۔ اگر سودا پسند آتا ہے تو لیں اور اگر نہیں پسند آتا تو نہ لیں اور چھوڑ دیں۔ بعض دفعہ گاہک بھی ایسی تلخ کلامی سے پیش آتے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں دکاندار بھی مجبور ہو جاتا ہے اس لئے دکان پر کم وقت ٹھہریں۔ ضرورت کی چیزیں دیکھیں اگر پسند نہ ہو تو چھوڑ کر چلے جائیں لیکن وہاں بحث نہ کیا کریں اور اگر کوئی شکایت کی بات ہے تو اس کو ضرور انتظامیہ تک پہنچانا چاہئے۔ بعض دفعہ قیمتوں میں ایک جگہ کے دوسری جگہوں سے اتنے فرق ہوتے ہیں کہ وہ مناسب نہیں لگتے۔ ایک شہر میں مثلاً ایک دکاندار اگر ایک روپیہ منافع لے رہا ہے تو دوسرا دکاندار اگر اسی چیز کے پانچ روپے منافع لے رہا ہے تو عام اقتصادی حالات میں جو کم منافع لینے والا ہے اس کو جزا مل جاتی ہے اور جو زیادہ لینے والا ہے اس کو سزا مل جاتی ہے کیونکہ اس میں اقتصادی قانون کام کرتے ہیں لیکن جب ربوہ میں یہ واقعات رونما ہوں تو ان کے نتیجہ میں باہر والے یہ تاثر لیتے ہیں کہ یہاں بڑا ہی بے ہنگم انتظام ہے اور جو چاہے اور جتنا چاہے داؤ لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح لوگ اہل ربوہ کی دیانت پر حملے کرتے ہیں، طعن دیتے ہیں، بعض لوگ واقعتہً ان باتوں سے ٹھوکر کھا جاتے ہیں اس لئے جہاں تک گاہکوں کا تعلق ہے ان کا فرض ہے کہ جب وہ اس قسم کی باتیں دیکھیں تو وہ بروقت منتظم بازار یا افسر صاحب جلسہ سالانہ کو جہاں بھی وہ مناسب سمجھیں کہ بات پہنچا دینی چاہئے، وہاں

بات پہنچا دیں۔ اسی طرح اگر دکاندار بداخلاقی کریں تو ان کی بھی رپورٹ کیا کریں۔ عموماً جلسہ سالانہ کے گزرنے کے بعد رپورٹیں آتی ہیں اس وقت تو معاملہ عملاً ختم ہو چکا ہوتا ہے، آئندہ سال کے لئے نصیحت کی جاتی ہے لیکن وہ نصیحت وقت سے پہلے ہوتی ہے یہاں تک کہ آئندہ سال تک دکاندار بھی اس کو بھول جاتے ہیں۔ کچھ تو وہ وقت کے بعد بن جاتی ہے اور کچھ وقت سے بہت پہلے بن جاتی ہے اس لئے دوست ان باتوں کی فوری طور پر اطلاع دیا کریں انشاء اللہ فوری طور پر سمجھانے کی کوشش کی جائے گی۔

دکانداروں کو سال میں یہ موقع ملتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ سارے سال کی کمائی جلسہ سالانہ کے دوران کر لی جائے اور بعض دکاندار اس میں اخلاقی ضوابط کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ یعنی اخلاقی ضوابط سے مراد یہ ہے کہ باہر سے آنے والے بعض مہمان محض اخلاص کی وجہ سے ربوہ میں آ کر سودے خریدتے ہیں اور بہت سے ایسے مہمان بھی ہیں جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہاں کا دکاندار ناجائز منافع خوری کر ہی نہیں سکتا اس لئے ان کا جو بھول پن ہے وہ اس لئے نہیں کہ وہ بے وقوف لوگ ہیں ان کو خریداری کی چالاکیاں نہیں آتیں بلکہ ان کا بھول پن خالصتہً للہ ہے ان کے ایمان کے نتیجہ میں ہے۔ ایسے لوگوں سے ان کے اعتبار سے ناجائز فائدہ اٹھانا ایک بہت بڑا گناہ ہے اور بعض دکاندار اس گناہ میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کئی دفعہ باہر کے مہمانوں نے اطلاع دی کہ انہوں نے خالصتہً اعتماد کرتے ہوئے ایک چیز اس نیت سے یہاں سے خریدی کہ ربوہ کے دکانداروں کو فائدہ پہنچے کیونکہ یہ چندے بھی دیتے ہیں سارا سال مرکز میں بیٹھے رہتے ہیں اس لئے ان کو فائدہ ہونا چاہئے لیکن دکانداروں نے ایسی خوفناک منافع بازی کی کہ اس کا کوئی بھی جواز عقلاً نظر نہیں آتا یعنی بعض صورتوں میں ربوہ ہی کی ایک دکان پر جو چیز سو روپے میں خریدی گئی وہ دوسری دکان پر پچاس روپے میں مل گئی اب اس کے لئے کون سا اقتصادی جواز ہے؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، دو چار روپے اوپر نیچے ہو جائے تو سمجھ آنے والی بات ہے لیکن اتنا بڑا فرق تو ہو ہی نہیں سکتا سوائے اس کے بددیانتی کی گئی ہو اس لئے دکانداروں کی ذمہ داری ہے کہ آنے والوں کے اخلاص سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ قربانی سے کام لیں۔ اس موقع پر اگر وہ حسن خلق سے کام لیں گے اور منافع بڑھانے کی بجائے اللہ کی رضا کی خاطر کچھ کم کریں گے تو اس کے بہت سے نیک اثرات پیدا ہوں گے۔ باہر سے تشریف لانے والے مہمان جب اس حسن خلق کو دیکھیں گے تو واپس جا کر ساری دنیا میں ربوہ کی نیک نامی کی بات کریں گے اور جو دکان کے تجربے ہیں وہ بھی بیان کریں گے۔ اگر ان سے حسن خلق کا معاملہ کیا گیا تو ساری دنیا میں ربوہ کے

خلق کی باتیں ہوں گی۔ پس یہ ثواب کا ایک موقع ہے جو جلسہ سالانہ دکانداروں کے لئے فراہم کرتا ہے۔اس کوثواب کمانے کی بجائے عذاب سہیڑنے میں تبدیل کر دینا بہت بڑی غلطی ہے اس لئے دکاندار خاص طور پر ان باتوں کا خیال رکھیں۔ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ کی رضا کی خاطر آپ نے خود اپنے رزق میں کچھ کمی کی تو اللہ یہ کمی نہیں رہنے دے گا۔ وہ زیادہ بابرکت رزق آپ کو عطا فرمائے گا، زیادہ وافر رزق عطا فرمائے گا، آپ کے روپے میں برکت ہوگی، آپ کی خوشیوں میں اضافہ ہوگا، آپ کے ایمان اور خلوص میں برکت پڑے گی اس لئے دکانداروں کو چاہئے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں۔

بعض دکاندار جن کا تعلق دوائیں بیچنے سے ہے ان پر عام دکانداروں سے بھی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ بیماری کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ بعض لوگوں کو آدھی رات کے وقت تکلیف ہو جاتی ہے اور اکثر دکانیں ادویہ بیچنے والوں کی اس وقت بند ہو جاتی ہیں اور ایک دو کھلی رہتی ہیں۔ یہ شکایت ملی ہے پچھلے سال بھی اور اس دفعہ دوران سال بھی کہ بعض ایسے دکاندار جو رات کو دکان کھولتے ہیں وہ لوگوں کی تکلیف سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یعنی نام تو یہ ہے کہ خدمت ہو رہی ہے لیکن خدمت کے بہانے دراصل قصابی ہو رہی ہوتی ہے، لوگوں کی کھالیں اتار رہے ہوتے ہیں اور وہ عام دوا جو پچاس روپے میں ملتی ہے وہ رات کے وقت سو روپے میں دے رہے ہوتے ہیں اور پھر ساتھ بداخلاقی سے بھی پیش آتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک دو واقعات بڑے ہی تکلیف دہ سامنے آئے۔ باہر کے مریض تھے انہوں نے رات کو جا کر کہا دوا دو۔ دکاندار نے قیمت بتائی، گاہک کو علم تھا کہ اتنی بڑی قیمت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ تو بڑی سستی دوا ہے۔ مگر دکاندار نے کہا کہ اس وقت اسی قیمت پر ملے گی لینی ہے تو لو ورنہ جاؤ۔ انہوں نے کہا مریض ہمارا مر رہا ہے کچھ خدا کا خوف کرو۔ انہوں نے کہا کہ پھر جہاں سے سستی ملتی ہے وہاں سے لے لو۔ غرض بڑی بداخلاقی سے وہ صاحب پیش آئے۔ میں نے امور عامہ سے کہا ہے کہ وہ اس معاملہ میں غور کریں۔ اگر ربوہ میں ایسے دکاندار رہے تو بہت ہی بدنامی کا موجب ہوگا بلکہ ساری جماعت کے لئے تکلیف کا موجب ہوگا۔ ایسے لوگوں کی دکانیں بند ہو جانی چاہئیں۔ ربوہ میں اس قسم کی دکانداری کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ پس اخلاق حسنہ کا معیار بلند کریں اور خصوصاً وہ لوگ جن کا تعلق زندگی بچانے سے ہے، بیماریوں کو شفا دینے سے ہے، وہ اپنی اندرونی شفا کا تو پہلے انتظام کریں، روحانی طور پر اس قابل تو بنیں کہ لوگوں کو شفا دینے سے ان کا تعلق قائم ہو سکے اس لئے ڈاکٹرز بھی اور طبیب بھی

اور دوائیں بیچنے والے بھی اس موقع پر قربانی کے معیار کو خصوصیت کے ساتھ بلند کریں۔

بازاروں اور سڑکوں کا کچھ تعلق گھر والوں سے بھی ہے۔ گھر والے بعض دفعہ اپنے گھر کی گندگی سمیٹ کر باہر پھینک دیتے ہیں جو لوگوں کے لئے تکلیف کا موجب بنتی ہے۔ اس کے لئے ہم انشاء اللہ کوئی مستقل انتظام تو کریں گے اس سلسلہ میں ایک باقاعدہ مجلس بھی قائم کر دی گئی ہے جو انتظام کر رہی ہے اور ربوہ میں صفائی کا بہترین طریق پر مستقلاً انتظام کرنے کا ایک منصوبہ تیار کر رہی ہے۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں جو سہولتیں شہروں کو میسر ہوتی ہیں انشاء اللہ ربوہ کو کم از کم ویسی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ اگر چہ وہ مہنگے ذرائع تو ہمیں میسر نہیں جو بعض ترقی یافتہ قوموں کو میسر ہیں لیکن ہر چیز کی ایک غریبانہ شکل بھی ہوتی ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ ضرورت پوری ہو۔ اگر وہ بڑے ٹرکوں کی صورت میں پوری نہیں ہو سکتی تو ریڑھوں اور گڈوں کی صورت میں پوری ہو سکتی ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جو ضرورت کی چیزیں ہیں صفائی وغیرہ کے سلسلہ میں شہر کو اچھے طریق پر چلانے کے سلسلہ میں اس کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہو گئی ہے جو کام شروع کر چکی ہے لیکن ایسے کاموں میں کچھ وقت لگتا ہے۔ انشاء اللہ اگلے سال اس کے بہتر نتائج سامنے آ چکے ہوں گے۔ سر دست تو ربوہ کے مکانوں کے مالک اس طرف توجہ دیں کہ ان دنوں میں خصوصیت کے ساتھ گھر کا گند باہر نہ پھینکا جائے۔ گھر کے کونے میں چند اینٹیں لگا کر ایک جگہ بنا لیں یا کوئی گڑھا کھود لیں وہاں وہ گند پھینکیں اور جلسہ کے بعد جو انتظام ہو گا کمیٹی کی طرف سے یا جماعت کی طرف سے گند سمیٹنے کا اس کے ذریعے وہ گند دور کر دیا جائے گا۔

اسی طرح ایک یہ تکلیف دہ امر بھی سامنے آتا ہے کہ بعض گھروں سے گانے اور فضول میوزک کی آوازیں بلند ہو رہی ہوتی ہیں۔ عام حالات میں قادیان میں بھی ہمیشہ سے یہ رواج رہا ہے کہ اگر کسی نے گانا سننا ہی ہے، اول تو یہ چیزیں لغویات میں سے ہیں لیکن میوزک اس مقام پر ہے جس کے متعلق واضح حرمت کا فیصلہ نہیں کیا جاتا اور نہ کیا جا سکتا ہے اس لئے لغویات کے تابع اس کے متعلق ہمیشہ جماعت میں مہم جاری رہی ہے کبھی تھوڑی سی غفلت ہو جاتی ہے کبھی پھر توجہ ہو جاتی ہے۔ تو جب ذرا سی بھی غفلت ہو نظارت اصلاح وارشاد کی طرف سے یا مقامی انجمن کی طرف سے تو یہ آوازیں گھروں سے باہر نکلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ جلسے کے ایام میں دوست خصوصیت سے اس طرف توجہ کریں کہ کوئی آواز باہر گانے کی اور بے ہودہ لغو پروگراموں کی نہیں آنی چاہئے اور اندرون خانہ اس بات کی طرف توجہ کریں کہ آپ کے باہر سے مہمان

آ رہے ہیں اگر سارا سال آپ نے اس معاملہ میں غفلت کی ہے اور بچوں کی تربیت کی طرف توجہ نہیں بھی کی تو کم سے کم اب تو ضرور کریں اور ان ایام میں گھروں میں بھی یہ آواز سنائی نہیں دینی چاہئے۔ چند ایام کی نیکی بعض دفعہ باقی ایام پر بھی اچھا اثر ڈالتی ہے اور آپ کو آئندہ بھی اس طرف توجہ ہوگی۔ حکمت اور محبت اور پیار کے ساتھ بچوں کا طبعی میلان نیکی کی طرف کر دیں۔ آج کل کیسٹ پروگرام بہت چل رہے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نظمیں بڑی اچھی آوازوں میں مہیا ہیں، تلاوت کی بہت اچھی کیسٹیں ملتی ہیں ۔ غرض مقصد یہ ہے کہ تربیت کے ذریعہ تدریجاً مزاج میں اصلاح کریں۔ میلان تبدیل کریں اور گھروں سے اچھی پاکیزہ آوازیں بلند ہوں اور وہ آوازیں پھر بازاروں میں جا کر بھی خوش کن اثرات پیدا کریں۔ پس اول تو گھروں سے کوئی بھی لغویات کی آواز نہیں آنی چاہئے۔ اس کے برعکس یہ کوشش کریں کہ اچھی نظموں کی اور اچھے کلام کی آوازیں سڑکوں تک پہنچیں۔ یہ راہ گیر کا حق ہے کہ جب وہ سڑک پر چل رہا ہو تو اس کو تلاوت کی پیاری پیاری آواز آ رہی ہو، اچھی اچھی نظموں کی آواز آ رہی ہو۔ یہ بھی آپ اس کو ایک طرح کی خوشی پہنچا رہے ہوں گے۔ اس طرف بھی توجہ ہونی چاہئے۔

دوسرے ربوہ کے گھر والوں کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ ان دنوں میں کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہ ہو۔ بعض گھروں سے جھگڑوں کی آوازیں بھی باہر آتی ہیں۔ اس سلسلہ میں خاص طور پر توجہ کریں۔ اول تو یہاں سال کے کسی حصہ میں بھی کوئی جھگڑا نہیں ہونا چاہئے جو بہر حال ایک تکلیف دہ شکل ہے لیکن ان ایام میں تو بدرجہ اولیٰ صلح اور امن اور محبت اور پیار کا ماحول پیدا کریں۔ جو مہمان آپ کے گھروں میں آئیں گے ان کے لئے تو آپ نے تیاری کی ہوگی، سارا سال آپ ان کی راہ دیکھتے ہیں، جہاں تک بس چلتا ہے آپ ان کی خدمت کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ایک بات جس کے متعلق گزشتہ سال بھی توجہ دلائی تھی اور اب پھر توجہ دلاتا ہوں کہ مہمانوں کے حقوق میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ان کو نیکی کی تعلیم دی جائے اور ان کو عبادت کی طرف متوجہ کیا جائے۔ بہت سے گھروں میں جلسہ کے دنوں میں یہ خیال نہیں رہتا کہ نمازوں کے اوقات ہیں اور لوگ گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا اس وقت گھروں میں بیٹھنے کا مطلب ہی کوئی نہیں۔ پہلے تو یہ ہوا کرتا تھا کہ نمازوں کے اوقات مساجد میں الگ الگ ہوا کرتے تھے اور پوری طرح پتہ نہیں چلتا تھا۔ پچھلے سال سے نظارت اصلاح وارشاد کو میں نے تاکید کی تھی کہ جلسے کے ایام میں سارے

ربوہ کی مساجد میں نمازوں کے اوقات یکساں ہوا کریں گے تا کہ اس بارہ میں کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔ امید ہے نظارت اصلاح وارشاد نے اس دفعہ بھی یہ قدم اٹھالیا ہوگا۔ غرض سارے ربوہ میں پانچ نمازوں کے ایک ہی اوقات ہوں گے اور ان اوقات کا مہمانوں کو بھی علم ہونا چاہئے۔ اس وقت آپ کی مہمان نوازی یہ نہیں ہے کہ آپ مہمانوں کی خاطر کر رہے ہوں اور مجلسیں لگ رہی ہوں۔ اس وقت مہمان نوازی یہ ہے کہ بھائی اس وقت خدا کے گھر جا کر اس کے حضور عبادات بجالانے کا حق ہمارے گھر سے افضل ہے، آپ اللہ کے گھر کو ویران چھوڑ کر ہمارے گھر کو رونق نہ بخشیں اس لئے خدا کے گھر جائیں اور عبادت کرنے کے بعد پھر واپس آئیں شوق سے۔

دوسرے مہمانوں کی روحانی مہمان نوازی کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ گھر میں سیرت کے مضامین پر باتیں کیا کریں، ایمان افروز باتیں بیان کیا کریں۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت کے واقعات، صحابہؓ کی سیرت کے واقعات، اسی طرح اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو سیرت کو دوبارہ زندہ کیا ہے وہ واقعات اور آپؑ کے اصحاب کے واقعات پر مشتمل ایسے ایک سے ایک بڑھ کر ایمان افروز واقعات ہیں جن سے مجلسوں کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے۔

اس دفعہ ایک اور عمومی نصیحت بھی کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق ایک کھیل سے ہے اور وہ کرکٹ کا کھیل ہے۔ اتفاق ایسا ہو رہا ہے کہ ۲۶ تاریخ کو جبکہ جلسہ شروع ہو رہا ہے اسی تاریخ کو آسٹریلیا میں پاکستان کا چوتھا کرکٹ ٹیسٹ میچ کھیلا جا رہا ہے۔ یہ کھیل ہو تو رہا ہے آسٹریلیا میں جو یہاں سے ہزارہا میل دور ہے یعنی وقت کے لحاظ سے بھی پانچ گھنٹے کا فرق ہے لیکن چونکہ کمنٹری ریلے ہوگی اس لئے بہت سے نوجوان کرکٹ کا اتنا شوق رکھتے ہیں کہ وہ باقی چیزیں بھول کر بھی کمنٹری سننے لگ جاتے ہیں اور بعض دفعہ فرائض کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مجھے یہ خطرہ ہے کہ اگر گھروں میں اس وقت کمنٹری چل پڑی جبکہ جلسہ سالانہ پر لوگوں نے جانا ہوتا ہے تو یہ بہت ہی خطرناک غفلت ہوگی۔ یہ وہ مواقع ہیں جہاں لغو حرام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ لغویات کا فلسفہ یہ ہے کہ ایسی چیز جو مختلف وقتوں میں مختلف روپ بدلتی جاتی ہے۔ جب آپ کے پاس وقت ہو اور حالات ایسے ہوں کہ کوئی بہتر کام کرنے کو نہ مل رہا ہو تو اس وقت لغو سب سے معمولی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ اس کو آپ منع تو کر سکتے ہیں لیکن اس پر زیادہ سختی نہیں کر سکتے لیکن جوں جوں لغو آپ کی زندگی پر حاوی ہوتا چلا جاتا ہے آپ کے اوقات میں

دخل اندازی شروع کر دیتا ہے اسی نسبت سے اس کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ کبھی یہ واجب سے ٹکرا کر مقابل کا گناہ بن جاتا ہے، کبھی یہ فرض میں حائل ہو کر اس کے مقابل کا گناہ بن جاتا ہے، کبھی اللہ کا شریک بن جاتا ہے۔ مثلاً ٹی وی کا پروگرام دیکھا جا رہا ہے اور مؤذن مسجد کی طرف بلا رہا ہے آپ وہاں نہیں جا رہے اور اس پروگرام کو دیکھ رہے ہیں تو وہ لغو جو عام حالات میں اور حیثیت رکھتا ہے شرعی طور پر اس موقع پر آ کر واضح طور پر شرک بن جاتا ہے۔ تو لغو کے مضمون کو آپ معمولی نہ سمجھیں۔ لغویات کے اندر بہروپیہ پن پایا جاتا ہے۔ مختلف حالات میں مختلف لغویات مختلف شکلیں اختیار کرتی رہتی ہیں۔

پس کرکٹ کی کمنٹری کو ویسے تو اس کو لغو نہیں کہہ سکتے ایک صحت مند دلچسپی ہے۔ اس کا شوق پورا کرنے کا ایک ذریعہ ہے لیکن جب یہ فرائض پر اثر انداز ہو، جب نیکی کے کاموں پر اثر ڈالے تو پھر نہ صرف لغو بلکہ حرام میں داخل ہو جاتی ہے۔ پس جلسہ سالانہ کے ایام میں جلسہ کی تقریریں نہ سننا اور کرکٹ کی کمنٹری سننا یہ ایک نہایت معیوب اور بھیانک شکل بنے گی اس لئے اہل ربوہ اس بات کا خیال رکھیں اور ان دنوں میں جب جلسہ کا پروگرام قریب آ رہا ہو تو نہ بازار میں اور نہ گھروں میں کمنٹری سنیں بلکہ ٹی وی اور ریڈیو سیٹ بند کر دیئے جائیں۔ اگر احمدی نوجوان اپنی اس دلچسپی کے باوجود اللہ تعالیٰ اور اس کے نیک کاموں کی خاطر یہ قربانی کریں گے تو ہو سکتا ہے کہ ان کا یہ فعل پسند آ جائے اور کمزور ٹیم کے حق میں یہ بھی ایک گونہ دعا بن جائے۔ تو اگر ان کو اپنی کرکٹ کی ٹیم سے سچی محبت ہے تو یہ بھی ایک ذریعہ ہے ان کو دعا دینے کا کہ اللہ کی خاطر اس سے احتراز کریں اور نیک کاموں کو ٹیم کی کارکردگی پر قربان نہ کریں بلکہ اس کمنٹری کو نیک کاموں پر قربان کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اس سارے عرصہ میں دعاؤں سے اپنے لب معطر رکھیں، اپنے دلوں کو دعاؤں کے ساتھ گداز رکھیں، دن رات ہر احمدی کے دل سے ہر وقت دعائیں اٹھتی رہنی چاہئیں، ربوہ ان دنوں دعا کا ایک سمندر بن جائے اور جتنے مہمان ہیں یا میزبان ہیں وہ سب کے سب دن رات خدا تعالیٰ کو یاد کر رہے ہوں جیسا کہ فرمایا قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران: ۱۹۲) یہ بڑی عجیب اور پیاری آیت ہے۔ اس میں عبادت کے مضمون کو دن رات پر پھیلا کر اسے زندگی کا ایک حصہ بنا دیا گیا ہے۔ ذکر الٰہی صرف چند اوقات کے لئے نہیں رکھا بلکہ دن اور رات پر اس کو پھیلا دیا، اٹھنے اور بیٹھنے اور لیٹنے پر پھیلا دیا، سونے اور جاگنے پر پھیلا دیا۔ جس وقت یہ آیت آنحضور ﷺ پر نازل ہوئی تو اتنا

اثر تھا آپؐ کی طبیعت پر اس آیت کا کہ ساری رات عبادت کرتے رہے اور اپنے رب کے حضور گریہ وزاری کرتے رہے اور صبح کی نماز کے وقت جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اطلاع کرنے کے لئے آئے تو باہر نکلتے وقت بھی رقت سے آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضرت بلالؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کیا وجہ ہے، آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ بلالؓ تمہیں یہ پتہ نہیں کہ آج مجھ پر کون سی آیت نازل ہوئی ہے اور پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

اِنَّ فِيۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۱﴾ الَّذِيۡنَ يَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰى جُنُوۡبِهِمۡ وَيَتَفَكَّرُوۡنَ فِيۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۲﴾ (آل عمران: ۱۹۱-۱۹۲)

پس ذکر الٰہی کا یہ وہ مضمون ہے جو اپنے اندر ایک خاص شان رکھتا ہے اور دلوں کو گداز کرنے والا ہے اس لئے جلسہ سالانہ کے ایام میں خصوصیت کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے لیٹتے اور سوتے وقت اس طرح دعائیں کریں اور اس طرح ذکر الٰہی کریں کہ نیند میں بھی وہ ذکر داخل ہو چکا ہو۔ آپ کو خوابیں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے پیار کی آئیں۔ ربوہ کی یہ وہ رونق ہے جو مقصود بالذات ہے۔

یاد رکھیں! تمام مذاہب کا آخری پھل اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا ذکر ہے۔ پس اس پہلو سے ربوہ کو ایسی رونق بخشیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور پیار کی نظریں اس جلسہ پر پڑیں اور وہ خود اپنے فضل سے ہماری حفاظت کرے اور ہمیں ہر دشمن کے شر سے محفوظ رکھے اور بے شمار برکتیں عطا فرمائے آنے والوں کو بھی اور ان لوگوں کو بھی جو مہمانوں کے لئے اس وقت چشم براہ ہیں اور اپنی پوری توفیق اور طاقت کے مطابق انشاء اللہ ان کی خدمت سرانجام دیں گے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

آج جمعہ کی نماز کے بعد ایک نہایت ہی مخلص اور پیارے نوجوان کی نماز جنازہ بھی ہوگی۔ طیب عارف جو ڈاکٹر تھے اور بالکل نوجوان، مکرم محترم مولانا محمد یار صاحب عارف کے چھوٹے صاحبزادہ تھے۔ راولپنڈی سے غالباً جلسے کی نیت سے ہی اپنے خاندان کے ساتھ روانہ ہوئے ہوں

گے رستے میں ایک بچی اچانک سڑک پر آئی اس کو بچاتے ہوئے موٹر کا حادثہ ہوا اور اس میں یہ جاں بحق ہو گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ ایک تو آنے کی نیت بڑی پاک اور صاف تھی دوسرے جس حالت میں جان دی وہ بھی بڑی پاک تھی۔ یعنی ایک دوسری جان کو بچانے کی خاطر جان دی گئی ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی شہادت کا رنگ ہے۔ یہ نوجوان تعلیم کے زمانہ سے مجھ سے متعارف تھا اور احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے Patron کی حیثیت میں، میں احمدی طلبا سے تعلق رکھتا ہوں اس لئے میں ان کو اس وقت سے جانتا ہوں۔ میں نے ان کو بہت ہی مخلص پایا۔ دینی کاموں سے بہت ہی محبت رکھتے تھے اور اچھے نوجوان جو صف اول میں کام کرنے والے ہوتے ہیں ان میں میں نے ان کو دیکھا ہے۔ ڈاکٹر بننے کے بعد بھی مجھے خط لکھتے رہے اور بڑے اخلاص کے ساتھ اپنی خدمات کو جماعت کے لئے پیش کرتے اور سلسلہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کو بہتر سمجھتا ہے وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرہ: ۲۲) یہ ایسا مضمون ہے جس کو بھلانا نہیں چاہئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روحانی کشفی سفر کا جو واقعہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے اس میں بھی ایسی مثالیں دی گئی ہیں کہ بعض دفعہ موت ایک رحمت بن جاتی ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ کیا حالات رونما ہونے والے ہیں، کس قسم کی تکلیفوں کا انسان کو سامنا کرنا پڑے گا اور کس قسم کے ابتلاؤں سے گزرنا پڑے گا۔ کون ان پر پورا اتر سکتا ہے اور کون نہیں پورا اتر سکتا۔

پس ہمیں تو نہ ماضی کا علم ہے اور نہ مستقبل کا البتہ یہ علم ضرور ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم پر ہمیں راضی رہنا چاہئے اور خدا کی تقدیر خیر پر کامل یقین رکھنا چاہئے اور اس کی تقدیر شر سے بچنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو غریق رحمت فرمائے۔ اس کے والدین اور بھائی بہنوں کے لئے ان کی وفات کا گہرا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱ فروری ۱۹۸۴ء)